مصنفہ

اشفاق حسین رضوی

حسب فرمائش

حاجی سید محمد افضل قادری سلمہ

منیجر کارخانہ اصغر علی محمد علی لکھنؤ

قیمت عہ

علم القلم

بسم اللہ کہہ کر میں نے قلم کو گرفت میں لیا اس نیت سے کہ محبوبؐ کبریا کے فضائل لکھوں تو بسم اللہ لکھتے ہی قلم کے آنسو اُمنڈ آئے میں آنسو دیکھ کر حیران ہوا کہ فضائل لکھنے میں اشکباری کا کیا سبب ہے۔ قلم کو روک کر آنسو کا سبب دریافت کیا۔ قلم نے بچشمِ نم بیان کرنا شروع کیا کہ میری داستان بہت حیرت ناک حد درجہ دردناک اور افسوسناک ہے۔ خصوصاً آج کل خوفناک اور خطرناک ہوتی جارہی ہے۔ میں وہ ہوں جو انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے عالمِ وجود میں آیا ہوں۔ خالق نے مجھے خلق کر کے خود میرا نام قلم رکھا اور میرے ساتھ ہی میری گامزنی کے لئے لوح کو پیدا کیا اور مجھے حکم ہوا کہ اس پر لکھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ اس کے بعد دنیا والوں کے حالات لکھوائے جو لوحِ محفوظ میں محفوظ ہیں۔ خالق نے اپنے کلامِ پاک میں میرا نام لے کر قسم کھائی اور میرے نام سے ایک سورت بھی نازل فرمائی ہے۔ میں اُسی ازلی نام سے ابتک نامور ہوں۔ رونا اس بات کا ہے کہ خالق نے مجھے خلق کر کے اپنی مخلوق میں مجھے کیا شرف بخشا ہے اور خود خالق نے مجھ سے کیا کام لیا اور مخلوق مجھ سے کیا کام لیتی ہے۔ میں نے سب سے پہلے توحید و رسالت کا کلمہ لکھا جو اسلام کی جان اور مسلمانوں کا جُزوِ ایمان ہے۔ توحید و رسالت یہ دونوں مضامین ایسے ان تھاہ سمندر ہیں کہ ازل سے اَبد تک کوئی اس کی تھاہ تک نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا۔ کما حقہ نہ اپنی زبان سے کوئی بیان کر سکا نہ میری زبان سے بیان کرا سکا۔ میدان توحید میں مجھے چلانے والا بھی تھک جاتا ہے اور میں بھی خستہ حال ہو جاتا ہوں لیکن کوئی حد تک نہ پہنچا۔ میری

اشکباری کی وجہ یہ ہے کہ انسان صحیح طور پر میری قدر و عزت نہیں کرتے، میری شایانِ شان کام نہیں لیتے۔ جو کام مجھ سے نہ لینا چاہیئے وہ کام لیتے ہیں۔ جن راستوں پر نہ چلانا چاہیئے چلاتے ہیں۔ چنانچہ کفر و شرک، بدعت و ضلالت کی راہوں پر چلاتے ہیں۔ رومانیت کے خیالی میدانوں میں دوڑا کر خوش ہوتے ہیں۔ گمراہی کے راستوں پر خود بھی چلتے ہیں اور مجھے بھی چلاتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ نہ میری عزت کا خیال نہ اپنی اشرفیت کا لحاظ نہ انجام پر نظر۔ جب انسان مجھے گرفت میں چلانے کے لئے لیتے ہیں اور بسم اللہ لکھتے ہیں تو مَیں خوش ہوتا ہوں اور خوشی کے آنسو نکل پڑتے ہیں مجھے خیال ہوتا ہے کہ اللہ کے نام سے شروع کیا ہے تو اچھی راہوں پر چلایا جاؤں گا لیکن آگے بڑھ کر میرا حُسنِ ظن خام خیالی سے بدل جاتا ہے کیونکہ کفر و شرک، بدعت و ضلالت، لہو لعب، جھوٹ و مبالغہ، عشق و محبت کی جھوٹی داستان، کذب و افترا وغیرہ کے بے بنیاد اور انجان راستوں پر بے تکان دوڑا کر تضیع اوقات کرتے ہیں۔ انھیں باتوں سے میرا خون کھول کر سیاہ ہو جاتا ہے اور آنسو بن کر جاری ہو جاتا ہے۔

ایسے انسانوں کی نازیبا حرکتوں پر میں کر ہی کیا سکتا ہوں بے بس ہوں مجبور ہوں، انسانوں کے قبضہ میں ہوں۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے تمام مخلوق میں انسان کو اللہ نے اشرفیت کا شرف بخشا ہے اور ہر مخلوق پر انسان کو قبضہ و قابو عطا فرمایا ہے اسی وجہ سے میں بھی ان کے قبضہ میں ہوں، انسانوں کا دست نگر ہوں۔ چونکہ انسان کے قبضہ میں ہوں اس وجہ سے جس راہ پر چلاتے ہیں چلنا پڑتا ہے۔ مجھ میں جو رنگ بھرتے ہیں بخوشی قبول کرنا پڑتا ہے۔ مجھ سے جو کام لینا چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ میں اپنی مَن مانی نہیں کر سکتا۔ اچھے بُرے سب ہی کی صحبت میں رہتا ہوں، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ

اچھوں کی صحبت میں رکھے. بُروں کی صحبت سے بچائے۔ نہ من مانی کی عادت ہے نہ خود رَوی کی مجھ میں صلاحیت وطاقت ہے۔ پہلے میری سکونت قلمدان میں تھی اب انسانوں کی جیب میں رہتا ہوں۔ اب اس قدر ہر دلعزیزی حاصل ہے کہ انسان مجھے اپنے سینہ سے لگائے رہتے ہیں مجھے سینہ سے لگانے والے ایسے بھی شوقین ہوتے ہیں جو مجھے چلانا بھی نہیں جانتے، میری گرفت سے بھی نابلد ہیں بقول شخصے کہ قلم پکڑنے کی بھی تمیز نہیں ہوتی لیکن مجھ سے محبت کرتے ہیں مجھے سینہ سے لگائے رہتے ہیں۔ عام طور سے جاپانی اہلِ قلم بہت دکھائی دیتے ہیں۔ میری صحبت کا فیض اور محبت کا ادنیٰ صلہ ان کو یہ ملتا ہے کہ دوسروں کو اہلِ قلم کا گمان ہوجاتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ میری صحبت اور محبت سے ان کو اہلِ قلم کا فخر حاصل ہوجاتا ہے تو جو حضرات میرا صحیح مصرف جانتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کس مرتبہ پر پہنچادے گا۔ خدا کرے کہ مجھ سے محبت کرنے والوں کو میرا صحیح مصرف بھی آجائے۔ مجھے سینہ سے لگانے والوں کو میرا چلانا بھی آجائے اور واقعی اہلِ قلم ہوجائیں۔

عالمِ ارواح میں کیا وعدہ کیا تھا اور کیا کر رہے ہیں خدا پرستی سے ہٹ کر گمراہی اور بدعت کے راستوں پر خود بھی چلتے ہیں اور مجھے بھی چلاتے ہیں۔ انسانوں کی گمراہی اگر بیان کروں تو دفتر کے دفتر سیاہ ہوجائیں۔ لیکن حق کے سوا زبان کھولنا نہیں چاہتا ایک تو صبر کے پھل سے محروم ہوجاؤں گا دوسرے منصفِ حقیقی خود فیصلہ کرنے والا ہے اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے۔ خواہ مخواہ انسانوں کو اپنا مخالف بنانے سے کیا فائدہ میری ہر دلعزیزی میں فرق آجائے گا۔ البتہ افسوس ایسے انسانوں پر ضرور ہوتا ہے جو پڑھے لکھے ہیں، علمِ دین سے بھی واقف ہیں وہ حقانیت وصداقت کی صرف درس وتدریس

کرتے ہیں لیکن اُن کا عمل برعکس ہوتا ہے۔ظاہر و باطن میں بعد المشرقین کا فرق ہوتا ہے پند و نصائح صرف دوسروں کو سُنانے کے لئے ہوتے ہیں، اپنے عمل کرنے کے لئے نہیں ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ہنر بھی عیب دکھائی دیتے ہیں، اپنے عیب بھی ہُنر معلوم ہوتے ہیں۔غیروں کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں اپنی زبان اور میری زبان دونوں سے زبانی جمع خرچ کیا کرتے ہیں۔اپنے عیب پر نظر نہیں رکھتے۔تعجب اور حیرت ایسے انسانوں پر ہے جو نائب رسولؐ کہلاتے ہیں اور بدعت وضلالت کی امامت اور کذب و افترا کی قیادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے حضرات پر رحم فرمائے۔۔ ایسے ہی حضرات کے نارَوا راہوں پر چلانے سے جب میں رُکتا ہوں تو جھنجھلا جھنجھلا کر جھٹک جھٹک کر چلاتے ہیں، جب میں نہیں چلتا ہوں تو میری اشک شوئی کرتے ہیں۔میرا دہن کپڑے سے صاف کرتے ہیں، مجھ میں اپنا رنگ بھرتے ہیں، اس خوشامد پر مجبوراً چلنا ہی پڑتا ہے کیا کروں رَوم مشکل وگرنہ ردم مشکل۔اگر میں انسان کے قبضہ میں نہ ہوتا اور انسان کا دست نگر نہ ہوتا خود روی کی صلاحیت و طاقت ہوتی تو کیا کسی کی مجال تھی کہ مجھے جا بیجا راہ بے راہ چلالیتا۔مجبوری میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

جب کوئی انسان مجھے توحید و رسالت کے میدان میں چلاتا ہے تو جذبات سے بیتاب ہو کر بے تحاشا گامزن ہونا چاہتا ہوں ایک بات لکھنے والے کے دماغ میں آتی ہے دسؔ باتیں اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے بتادیتا ہے۔مجھے ہاتھ میں لے کر سوچنے کا یہی راز ہوتا ہے۔مجھے جدا کر کے نہیں سوچ سکتے ہیں، جب میں ہاتھ میں ہوتا ہوں تو مضمون کی آمد ہوتی ہے۔

میدانِ توحید میں مجھے دوڑانے والا بھی تھک جاتا ہے اور میں بھی بیدم ہوجاتا ہوں

پھر بھی کبھی میدانِ توحید کی سرحد تک نہ پہنچ سکا۔ آخر کار مجھے یقین کامل ہوگیا کہ میدانِ توحید کو عبور کرنے کی آرزو عبث اور سعی لاحاصل ہے لہذا اب یہ تمنا حسرت بن کر رہ گئی۔

اب رہا میدانِ رسالت، یہ بہت سخت میدان ہے، نہ تیز گامی مناسب ہوتی ہے اور نہ سست روی سے سیری ہوتی ہے۔ اکثر جذبات کے جوش میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں اور مَیں چلانے والے کی شہ پاکر اپنی صبا رفتاری سے آگے نکل جاتا ہوں، حد سے باہر ہونے لگتا ہوں تو توحیدی تازیانے پڑنے لگتے ہیں کہ تیری یہ مجال یہ جرأت کہ میدانِ رسالت کو میدانِ توحید کی طرح لامحدود سمجھ کر حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ بے تحاشا دوڑنے میں گمراہ ہونے کا بھی اندیشہ نہیں ہوتا اور اگر سست روی سے چلتا ہوں تو مراتبِ احترام کے کوڑے پڑتے ہیں۔ لہذا میانہ روی کی رفتار میں عافیت ہوتی ہے، ابتدائے آفرینش سے خوفزدہ ہوں جب سے پھونک پھونک کے قدم رکھنا پڑتا ہے۔ میدانِ رسالت میں ہر قسم کی لغزش سے بچ کر چلنا چاہیئے، انتہائی ادب و احترام کا مضمون ہے۔ بہت سنبھل کر، حد کے اندر میانہ روی سے چلنا بہتر ہوتا ہے۔

ابتدائے آفرینش میں مجھے حکم ہوا کہ کلمہ لکھ تو سیدھا سیدھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھ دیا۔ جب کلمۂ رسالت شروع کیا تو نام نامی یعنی (محمد ﷺ) لکھنے میں ایسا چکر آیا کہ رعب و دہشت سے جسم تھرا گیا، دہن شق ہوگیا، زبان میں شگاف پڑ گیا۔ چنانچہ اب تک شگاف موجود ہے جسم داغ ہو کر رہ گیا۔ لاکھ دنیا والوں نے ہر بات میں ترقی کی لیکن میرا شگاف نہ مٹا سکے۔ باوجود اس شگافی حالت کے اب بھی جب کوئی میدانِ رسالت میں چلاتا ہے تو جذبات اُمنڈ آتے ہیں، بے تحاشا چلنے کو دل چاہتا ہے لیکن ادب و احترام مانع ہو جاتا ہے۔ 'با خدا دیوانہ باشی با محمدؐ ہوشیار' کا لحاظ ملحوظ ہو جاتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود میری حالت نہ پوچھئے۔ جس طرح بندھا گھوڑا میدان میں آتے ہی منہ زوری کرتا ہے۔ کُلیلیں

کرتا ہے، دوڑنا چاہتا ہے اور سوار کو قابو میں لانا مشکل کر دیتا ہے اُسی طرح
صفحۂ قرطاس پر محبوبِ کبریا کے حالات و فضائل لکھنے کے لئے بے قابو
ہو جاتا ہوں اور مجھے چلانے والے نے ذرا شہ دی بس پھر کیا میں چلا، اس وقت
بادِ صرصر میری ہمسری نہیں کر سکتی، مضامین کف کی طرح نکلنا شروع ہو جاتے
ہیں سرپٹ دوڑنے کی اُمنگ ہوتی ہے۔ جوش اور غلو میں نشیب و فراز کی پرواہ
نہیں ہوتی۔ اعتراض کی کھائیاں اور نکتہ چینی کی خندقیں پار کرنے کو جی چاہتا
ہے۔ مجھے روکتے روکتے شگاف میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ پسینے پسینے ہو جاتا ہوں
میری رگوں کا جوہر گرمجوشی اور جوش جذبات سے سیاہ روشنائی بن کر میرے
دہن سے تقاطر کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے گرفت میں رکھنے والے کی لگامِ
انگشت تھک کر چور ہو جاتی ہے دونوں بے دم ہو کر مجبوراً رُک جاتے ہیں۔

میں انسان کے قبضے میں ہوں اُن کی انگلیوں کے اشارے پر چلتا ہوں پھر
بھی اکثر انسان میری قدر نہیں کرتے، میری قوت کا صحیح مصرف نہیں جانتے،
مجھ سے کچھ حاصل کرنا چاہیئے، میں انسانوں کی عمر سے بہت بڑا ہوں، میں نے
انسانوں کو عالمِ وجود میں آتے دیکھا ہے۔ حالانکہ میں انسانوں کی ستائش و قدر کا
محتاج نہیں ہوں، میری تعریف خود میرے خالق نے کی ہے اور میرے حق میں
علّم بالقلم فرمایا ہے۔ انسانوں کو چاہیئے کہ مجھے صحیح راستوں پر چلائیں۔

میدانِ توحید میں جس قدر چاہیں بے تحاشا چلائیں، میدانِ رسالت میں
حد کے اندر چلائیں، اتباعِ سنّت میں چلائیں، دیانت و صداقت کی راہوں پر
چلائیں، ممنوعات اور منہیات سے بچ کر چلائیں، حق نمائی اور حق پرستی کی

راہوں پر چلائیں تو میں ہر قسم کی دولت سے مالا مال کر دوں گا اور ان راہوں کے خلاف اور برعکس چلائیں گے تو اُن کی بدقسمتی ان کو عروج سے زوال میں پہنچا دے گی۔ نہ مجھ پر کوئی الزام آئے گا نہ میرا کوئی قصور ثابت ہو گا۔ مجھے چلانے والے پر ہر قسم کے اعتراض ہوں گے۔ غرضکہ اسی قسم کے پند و نصائح کر کے فخریہ یہ قطعہ پڑھا اور خاموش ہو گیا۔

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم — قلم کش را بدولت می رسانم
اگر بدبخت باشد من چہ دانم — ولے یکبار دولت می رسانم

جہاں تک پند و نصائح کا تعلق ہے وہ سب مناسب اور ٹھیک ہے۔ لیکن اس قطعہ کو سُن کر برداشت نہ ہوا۔ قلم کی یہ خودستائی پسند نہ آئی اپنے اشرفیت کے جذبہ سے متاثر ہو کر میں نے زبانِ قلم پر قط رکھ دیا تاکہ پھر خودستائی نہ کر سکے۔

اس کے بعد قلم کی اشک شوئی کی، اس کا دہن اپنی دستی سے صاف کیا، اسکی ہدایات پر عمل کر کے صفحۂ قرطاس پر "محبوبِ کبریا کی آمد" کے عنوان سے پہلے توحید پھر رسالت، دونوں میدانوں میں چلایا۔ کفر و شرک سے گریز، ضلالت سے پرہیز، بدعت سے ہٹ کر، تشدد سے بچ کر، توحید میں آزادی سے، رسالت میں میانہ روی سے۔

ادب و احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے، مبالغہ اور افترا پردازی سے کنارہ کش ہو کر، غلط اور جھوٹی روایتوں سے اپنے دامن کو پاک و صاف رکھتے ہوئے، حد کے اندر، اعتدال کے ساتھ، صداقت و دیانت سے، جذبات کو قابو میں کئے ہوئے، قلم کو چلایا، اللہ کے کرم سے خوب چلا، اور یہ دکھا دیا کہ سچّے جذبات سے چلنے اور

چلانے والے کو اللہ تعالیٰ دقیق اور دشوار گذار راہوں سے بھی کامیابی کے ساتھ بخیر و خوبی منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے۔ لہذا ورق گردانی کرکے شوق سے ملاحظہ فرمالیجیے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَاد

حقیر کونین

سیّد اشفاق حسین رضوی عفا اللہ

عبدالعزیز روڈ، کوچہ میر انیس

لکھنؤ

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
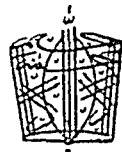
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

اما بعد۔ حمد اُس حامدِ برحق کی جس نے محمود کو عالمِ ہستی میں بھیج کر حمد کی حقیقت سے آگاہ کیا، جن کے محامد برگزیدہ اور اوصافِ حمیدہ سے دُنیا والوں نے معبودِ مطلق کو جانا اور پہچانا۔ قادرِ مطلق کو جب اپنے حبیب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ عالمِ وجود میں دکھانا منظور ہوا تو پہلے چمنِ ہستی میں استقبال کا سامان اور مہمان نوازی کا انتظام لفظِ کُنْ کہہ کر مکمّل کردیا۔ زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اس کا میرِ فرش بنادیا تاکہ فرش شکن آلود نہ ہوسکے۔ میرِ فرش سے آبشار جاری کردیے اُسی سے درمیانِ فرش میں دریاؤں کی چھوٹی چھوٹی نہریں رواں ہوگئیں۔ اور فرش کے چاروں طرف سمندروں کی بڑی بڑی نہریں قائم کردیں، نباتات کے گُل بوٹوں سے بارگاہِ ہستی کو آراستہ و پیراستہ کرکے مکمل طور پر سجادیا۔ اُن میں اپنی قدرت کی صنّاعی دکھائی۔ ایسی ایسی گُل کاریاں نمایاں کیں اور خوشنما جاذبِ نظر چیزیں پیدا کیں کہ نظر پڑتے ہی سُبحان اللہ بیساختہ مُنہ سے نکل ہی جاتا ہے۔ عبد کو معبود کی معبودیت ماننا ہی پڑتی ہے، قادرِ مطلق کی قدرت تسلیم ہی کرنا پڑتی ہے۔

نباتات میں ہر ایک کی وضع قطع مختلف، پتے و پھول جُدا، رنگ و بُو الگ، پھل نرالے، مزا انوکھا، تاثیر و خاصیت علیحدہ، ہر ایک کے پھول و پھل کے موسم میں اختلاف، فصلیں یکے بعد دیگرے، کچھ کھانے میں، کچھ پینے میں، بعض دیکھنے میں، بعض سونگھنے میں، اکثر غذا کے صرف میں، بیشتر دوا کے استعمال میں، غرض یہ تھی کہ چمن ہستی کے مہمانوں کو ہر طرح آرام ملے۔

اللہ اکبر، غور تو فرمایئے چند روزہ زندگی کی مہمانداری اور اس قدر مکمّل اور مستقل لوازمات کے ساتھ، مختلف قسم کے چوپائے پیدا کئے جن سے ہر قسم کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، کچھ سواری کے لئے، بعض بار برداری کے لئے، بیشتر غذا کے صرف میں، کچھ دودھ وغیرہ کے صرف میں کام آتے ہیں، اسی طرح پرند کی پیدائش بھی مصلحت آمیز ہے، اٹھارہ ہزار مخلوق پیدا کیں جن کو وہی بہتر جانتا ہے، زمین سے مختلف قسم کی دھاتیں پیدا کیں جو ضروریاتِ زندگی کے صرف میں آتی ہیں۔ پہاڑوں اور سمندروں سے زر و جواہر اور موتی پیدا کئے جن سے زینت کا سامان بنتا ہے۔ ایسا معقول اور بہترین انتظامِ قدرت ہے کہ جہاں کا باشندہ ہو اس کی ضروریات وہیں سے پوری ہو جائیں، معبود کی بندہ نوازی کی نہ تعریف بیان ہو سکتی ہے نہ احسان ادا ہو سکتا ہے۔ فرشِ زمین کے

انتظامات مکمل کر کے اُس پر نیلی چھت کا شامیانہ تان دیا گیا اِس قدر بلند و بالا، کہ فرش والے نہ چھو سکیں نہ وہاں تک پہنچ سکیں، بلا چوب کا شامیانہ کہئے یا بلا ستون کا گنبد سمجھئے، نیلے رنگ کی چھت اُس میں بے شمار و قطار ستاروں کے قمقمے رنگ برنگی بلّو معلوم ہوتے ہیں - اس کی زینت و زیبائش انسانی فہم و ادراک سے بعید از قیاس ہے، اس کے شمار میں عقلیں گُم ہیں، اختر شماری کرتے کرتے دیوانے ہو گئے اسی سے ہجر کی راتیں منسوب ہو گئیں، اس سجاوٹ کے علاوہ دو ہنڈے شمسی اور قمری روشن اور منوّر کر دیے، جس سے دن اور رات بن گئی - ایک کی روشنی اس قدر تیز و گرم کر دی کہ اُس پر نظر ڈالنے کی کسی کو تاب و جرأت نہ ہو سکے. اگر کوئی دیدہ دلیری سے چار آنکھیں کر لے، نظر ڈالے تو اس کی چکا چوند سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں، اس کی روشنی سے دن ہو گیا تا کہ چمنِ ہستی کے مہمان اپنی ضروریات بآسانی پوری کریں - دوسرے کی روشنی ٹھنڈی اور دیدہ زیب کر دی جو اسے دیکھے سکون و فرحت حاصل ہو اس سے رات ہو گئی کہ آرام کریں راحت و سکون کا لطف اُٹھائیں، رات میں اپنی شانِ ستّاری کی مصلحت بھی دکھا دی کہ مہمانوں کی لغزشیں روزِ روشن کی طرح آشکارا نہ ہوں - سبحان اللہ کیا شانِ کبریائی اور بندہ نوازیاں ہیں -

مختلف قسم کی ہواؤں کا انتظام بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے،

ہر شے میں قدرت کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے۔ نسیم سحری میں خاص خوشگواری اور فرحت حاصل ہوتی ہے، اس کے آتے ہی کلیاں مسکرانے لگتی ہیں۔ گل ہنستے ہیں غنچے قہقہے لگاتے ہیں۔ گنہگاروں سے گناہوں کی الوداعی باتیں ہونے لگتی ہیں، نیکوں سے نیکیاں ہمکنار ہوتی ہیں، جو اللہ کے برگزیدہ اور خاص بندے ہیں اُن کو اپنی خوشگواری سے جنّت کی یاد تازہ کردیتی ہے، وہ جذبات سے مُتاثر ہوکر محبوب کبریا کی نعمت سے لطف اندوز ہونے لگتے ہیں اپنے خالق کی حمد وثنا میں تسبیح وتہلیل میں مشغول ہوجاتے ہیں، جہادِ بالنفس کرتے ہیں۔ خوابِ راحت کو ٹھکرا کر تہجّد کی نمازیں ادا کرتے ہیں، معبود بھی اپنے بندوں کا یہ ایثار دیکھ کر نواز دیتا ہے درجات بلند کر دیتا ہے ۔ درجات کی بلندی اسی نماز اور اسی وقت کی تسبیح سے ہوتی ہے ۔ نماز پنجگانہ تو فرائض میں سے ہے اور یہ نماز خاص خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے ہے ۔ اور جو ہم ایسے ان لطائف سے بے بہرہ ہیں، اور ترقیِ درجات کی راہوں سے ناآشنا ہیں، اُن پر بھی نسیم سحری اپنی خوشگواری سے مزید غفلت کی لوری دے کر گمراہی کی نیند سُلا دیتی ہے ۔ کروٹیں بدل بدل کر تان تان کر خوابِ خرگوش کے خرّاٹے لیتے ہیں یہاں تک کہ شمس جہانتاب کی شعائیں اور کرنیں حقارت سے ٹھکرا کر بیدار کرتی ہیں اس وقت بادلِ ناخواستہ اُٹھنا پڑتا ہے۔ بادِ صرصر فرشِ زمین کو

جاروب کشی کرکے صفائی کرتی ہے، لُو کے تُند و گرم جھونکے سمّیاتی اور گندے اثرات کو زائل و فنا کرتے ہیں، اس کے بعد سرد ہَوائیں فرشِ زمین کی تپش کو دُور کرتی ہیں غرضکہ سب ہوائیں اپنا اپنا کارِ متعلقہ پابندیٔ وقت کے ساتھ انجام دیتی ہیں۔

ایک ہمارے ایسے انسان ہیں نہ وقت کی قدر، نہ پابندی کا لحاظ، سوائے بے وقت کی شہنائی کے اور کچھ نہیں آتا۔ ہر سال نباتات کو پہلے بادِ خزاں سے صاف و سُتھرا کیا جاتا ہے زعفرانی کہنہ لباس اُتارا جاتا ہے پھر بادِ بہاری سبز مخملی وَردی سے مُزیّن کر دیتی ہے، ــ سمندر سے بخارات جوش میں آکر تکبرانہ انداز سے بلند ہونا چاہتے ہیں مگر ہَوا کو یہ غرور کب پسند ہے وہ ٹکراؤ ہوتا ہے کہ زار و قطار روتے ہیں یہاں تک کہ زمین پر برس پڑتے ہیں۔ بس بارشی فوّارے جاری ہوجاتے ہیں۔ نباتات غُسل کرتے ہی کلّے دراز ہوجاتے ہیں خوب ہاتھ پاؤں نکالتے ہیں، دست درازی کرنے لگتے ہیں پھر تو خوب ہرے بھرے ہوجاتے ہیں جوانی آجاتی ہے، یہ سب قدرت ہی کے کرشمے ہیں، ادھر زمین بھی سیراب ہوتے ہی اپنا چولا بدل دیتی ہے، نئے نئے گُل کھلانے لگتی ہے، سبز جامہ میں ملبوس ہوکر چمنِ ہستی کے مہمانوں کی قسم قسم کے اناج اور طرح طرح کے فواکہات سے مدارات کرتی ہے، برق کی چمک، بجلی کی کڑک، بادل کی گرج، توپوں کی سلامی

معلوم ہوتی ہے شہاب کی ہوائیاں چھوٹا کرتی ہیں۔ ان سب مناظر سے کون ناواقف ہے۔ غرضکہ صناعِ مطلق نے اپنی صناعی سے عقلِ انسانی کو حیرت و استعجاب میں گم کر دیا۔

جب بارگاہِ ہستی کو ہر طرح سجا کر آراستہ و پیراستہ کر دیا تو اپنے خلیفہ کو اپنے محبوب کی آمد کی خوشخبری سنانے کے لئے چمن ہستی میں بھیجا۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغامبر ہر قوم میں ہادی بنا کر ہدایت کے لئے بھیجے تاکہ اس کے محبوب کا استقبال صداقت کی شان و شوکت سے کیا جائے۔ دل سے دیانت کے ساتھ اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔

ہر پیغمبر اور ہادی نے یہی ہدایت کی کہ کُل مخلوق کا خالق معبودِ مطلق ہے وہی پرستش کے لائق ہے، نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ زندگی، موت، ہست، نیست سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، عالمِ ہستی کی کُل مخلوق فنا ہو جائے گی، صرف خالق ہی کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ مخلوق کو خالق کی پرستش کرنا چاہیئے، مخلوق کو مخلوق کی پرستش کرنا نادانی اور جہالت ہے، کس قدر نادانی اور جہالت کی بات ہے کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق اُس مخلوق کی پرستش کرتی ہے جس مخلوق پر مخلوق کو خالق نے اشرف المخلوقات بنایا اور پورا پورا قبضہ دے رکھا ہے پھر بھی احمق اپنی حماقت سے باز نہیں آتے۔ مثلاً آگ، کہ

انسان کے قبضہ میں ہے جب چاہیں وجود میں لائیں جب چاہیں فنا کردیں، اس کا جلانا اور بجھانا انسان کے اختیار میں ہے، کیا آتش پرستی انسان کو زیبا ہے ؟ اسی طرح پانی کو غور فرمایئے، انسان سمندروں کے سینوں کو چیر کر، دریاؤں کے کلیجوں کو پھاڑ کر جہاز اور کشتیاں چلاتا ہے، بندھے وپشتے باندھ کر روک دیتا ہے اُن پر پُل بنا کر راستے بنا دیتا ہے، سمندر کے پیٹ میں تارپیڈو، آبدوز کشتیاں چلاتا ہے۔ اتنا قبضہ حاصل ہونے کے بعد کیا یہ پانی پرستش کے قابل سمجھا جا سکتا ہے ؟

اسی طرح پتھر کو لے لیجئے۔ انسان پہاڑوں کو ڈائنامیٹ سے اُڑا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پہاڑوں کے سروں پر اُن کی چوٹیوں پر سڑکیں اور عمارتیں بنا دیتا ہے، پہاڑوں کے پیٹ میں گھُس کر سڑکیں اور سُرنگیں بنا دیتا ہے، کیا یہ حقیر پتّھر پرستش کے لائق ہو سکتے ہیں ؟ ہَوا کو لیجئے اُس پر انسان کا خاصا قبضہ ہے، ہَوا کی ہوائی باتوں سے کون ناواقف ہے ؟ ہَوا کا زور کم کر سکتے ہیں، ہَوا کا رُخ بدل سکتے ہیں، ہَوا کو کاٹ سکتے ہیں، ہَوا میں گھُس کر ہوائی جہاز چلائے جاتے ہیں، کیا ہَوا پرستش کے قابل ہو سکتی ہے ؟

اسی طرح سے مٹّی جو سب سے زیادہ حقیر سمجھی جاتی ہے اسی مٹّی کے بُت بنا کر پرستش کرنا کیا انسانیت ہے ؟

اسی طرح سے چاند و سورج بھی خالق کی مخلوق ہے، اور انسان ان
سب سے اشرف ہے، پھر آج کل کے انسان جو چاند پر قبضہ کرنے کی
کوشش کر رہے ہیں، پوجنا تو درکنار چاند میں گھس کر فتح کرنے کی سعی لاحاصل
کر رہے ہیں، سُنتے ہیں کہ دولت کے متوالے اور منچلے چاند میں قبضہ سے
پہلے پلاٹ محفوظ کرا رہے ہیں چاند کے پرستش کرنے والوں کے لئے یہ واقعات
روح فرسا ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اوہام پرستوں کو روشن خیال کرے۔
غرضکہ انھیں تمام باطل پرستی اور وہم پرستی کے مٹانے کے لئے انسان کو
اُس کی اشرفیت سمجھانے کے لئے اصلی معبود کو بتانے کے لئے خالق و مخلوق کا
فرق سمجھانے کے لئے، سچے اور سیدھے راستے پر چلانے کے لئے، پیغمبر اور
ہادی آئے تھے سب نے اپنے اپنے فرائض بخوبی انجام دیے، سب نے
یہ بھی خوشخبری سُنائی اور پیشین گوئی کی کہ سب کے آخر میں تمام پیغامبروں
اور ہادیوں کے سردار آئیں گے جو پیغمبر آخر الزماں ہوں گے اور وہی محبوبِ کبریا
ہوں گے، احکام خداوندی اُنھیں کے ذریعے مکمل ہوں گے عمل و ہدایت
کی درس و تدریس انھیں اُستاد الاساتذہ کے ذریعہ ختم ہو جائے گی، جو
اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا اس کو انمول انعامات ملیں گے،
اور جو نافرمانی کرے گا وہ مُعذّب ہو گا سخت سزا پائے گا۔ انعام و سزا
بعید از قیاس ہوں گے۔ انعام و اکرام کے لئے جنت اور سزا کے لئے جہنّم

یہ دونوں مقام بھی نامزد کر دیے، دونوں مقام کی تعریف بھی تفصیل کے ساتھ بیان کر کے سب کو آگاہ کر دیا تاکہ نیک و بد کے انجام پر نظر رکھ کر چمنِ ہستی میں قیام کریں، پیشی اور فیصلہ کا دن بھی بتا دیا یعنی حشر و نشر محشر کے دن ہوگا کس طرح اور کیونکر ہوگا؟ اس کی بھی تفصیل سُن لیجئے، پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ تھی، ہوش و گوش سے سُنئے۔ عدالت حشر کے کھُلے میدان میں ہوگی سب کے سامنے ہوگی، تختِ عدل پر داورِ محشر جلوہ گر ہوگا۔ حشر کے دن جب مدعی کا دعویٰ مدعا علیہ پر ہوگا اُس وقت نفسی نفسی کا عالم ہوگا، گواہ سب اپنے ہوں گے غیر نہ ہوں گے کوئی سکھایا پڑھایا نہ ہوگا، اپنے ہی اعضا گویا ہوں گے، نہ کوئی عدول حکمی کر سکے گا، نہ کوئی کسی کے کام آسکے گا، انکار کی گنجائش نہ ہوگی، فیصلہ اٹل ہوگا، نہ اس کی اپیل ہوگی، نہ باز دائر، نہ کوئی نظیر پیش ہوگی، نہ نظائر کام دیں گے، نہ بیانِ حلفی کی ضرورت ہوگی، نہ بحث کا موقع، نہ جرح کی گنجائش، نہ مزید ثبوت کی حاجت، نہ بیان تحریری کی سماعت، نہ وکیل کی وکالت کام آئے گی، نہ دروغ بیانی کی جرأت ہوگی، نہ مُہلت ملے گی، نہ توسیع ہوگی، سب اقراری ملزم ہوں گے، سلطانی گواہ شہادت دیں گے، کھٹا کھٹ پیشی، جھٹ پٹ فیصلہ، تڑ پڑ سزا و جزا، نہ معافی ہوگی، نہ کوئی فرار ہوگا، فرشتے سپاہی اور پہرہ دار ہوں گے، وہ کیوں کسی کی مروّت کریں گے،

ازل ہی میں مخالفت کی تھی، یہ کہو اللہ تعالیٰ نے اُن کو چُپ کر دیا، اور انسان کو اشرف بنا کے نواز دیا۔ پھر وہ نوری ہم خاکی پھر بھی اُن سے اشرف، کیا یہ رشک کی بات نہیں ہے ؟

کاش ہم کو اشرف ہونے کا احساس ہو اور اپنی اشرفیت کی اعمالِ حسنہ سے لاج رکھ لیں، البتہ محشر میں ایک صورت جان بخشی کی ہے، یعنی مراحیم خسروانہ اس کا بھی ایک ہی ذریعہ ہے۔ وہی محبوبؐ کبریا جن کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم ملا ہے وہی محبوبؐ کبریا حشر میں شفیعِ محشر ہوں گے، انھیں کی سفارش سے جان بخشی یعنی نجات کی اُمید ہے ورنہ بس اللہ اللہ خیر صلا۔ اگر اس کے محبوبؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے پھر کیا کہنا، سُبحان اللہ۔ دین و دُنیا دونوں جگہ سرخروئی حاصل ہوگی۔ ایسے میں وقت ہے، موقع غنیمت ہے، چمنِ ہستی میں جب تک مہمان ہیں اس کے محبوب کی ہدایات پر عمل کر لیں تاکہ محبوبؐ اور کبریا دونوں کا پروانۂ خوشنودی حاصل ہو جائے اور حشر کی پیشی کا اندیشہ نہ رہے، اور اگر پیشی ہو بھی تو معصیت کی چارشیٹ نہ لگے، فردِ جُرم نہ قائم ہو، صاف بُری ہو جائیں۔ معبودِ مطلق نے اپنے بندوں کے واسطے چمنِ ہستی کے دورانِ قیام کے لئے مکمّل قانون یعنی دستور العمل بھی اپنے محبوب کے ذریعہ بھیج کر نافذ کر دیا۔ اس کا نام فرقانِ حمید ہے، فرقان فرق سے ہے یعنی حق و باطل، کفر و اسلام، نیک و بد، حلال و حرام،

جائز ناجائز، مناسب غیر مناسب، وغیرہ کا فرق بتانے والا، سیدھے اور صاف راستے پر چلانے والا، اس کے محبوب کی رسالت اور صداقت کی تصدیق کرنے والا، فرمانبرداروں کے قصے سُنا کر فرمانبرداری کرنے کی رغبت دلانے والا، نافرمانوں کی نافرمانی بیان کرکے خوف و عبرت دلانے والا، مثالیں دے کر اچھائی بُرائی سمجھانے والا، سُبحان اللہ، ایسا جامع قانون جس کی جامعیت ہمیشہ قائم رہے گی۔ ایسا مکمّل دستورالعمل جو ہر نوعیّت سے کامل و اکمل ہے، جو اس پر عمل کرے گا درجۂ کمال کو پہنچے گا۔ جس کی عبارت ایسی اٹل کہ اس کا ایک لفظ تو بڑی بات ہے اس کا اعراب اور نقطہ تک دُنیا کا قابل سے قابل غلط اور بے محل نہیں ثابت کرسکتا، نہ کوئی تغیّر و تبدّل ہوسکتا ہے نہ ترمیم و تنسیخ، نہ قیامت تک کوئی تردید کرسکتا ہے، یہی خوبیاں اس کے کلامِ الٰہی ہونے کی بیّن اور روشن دلیل ہیں۔ رہتی دُنیا تک حرف بحرف، جوں کا توں، بجنسہٖ جیسا نازل ہوا ہے ویسا اب تک ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا" اور اس کلامِ پاک کا معجزہ اور برکت دیکھئے کہ جو اُس پر ایمان لائے مسلمان ہو اور اسے حفظ کرنا چاہے تو پوری صحت کے ساتھ جوان و بوڑھے تو درکنار بچّوں تک کو حفظ ہوجاتا ہے چنانچہ لاتعداد کمسن حفّاظ موجود ہیں اور بے شمار حفظ کررہے ہیں۔ کیا کلام پاک کے علاوہ کوئی

دوسری مثال مل سکتی ہے کہ اتنی ضخیم کتاب پوری صحت کے ساتھ کسی نے
از بر یاد کر لی ہو اور حافظوں کی طرح صحت و روانی کے ساتھ ایک ہی نشست
میں پانچ چھ گھنٹوں میں سُنا دے، بالکل ناممکن ہے، یہ صرف کلامِ الٰہی کی
صفت و برکت ہے اس کا معجزہ ہے، یہ خالق کا مسلمانوں پر کرمِ خاص
ہے، نہ اس کے محبوبؐ کی مثال، نہ اس کے کلامِ پاک کی نظیر، سبحان اللہ۔

معبودِ مطلق نے اپنے فرمانبردار بندوں کے لئے عبادت کے واسطے
ایک سادہ سا گھر بھی اپنے نام سے منسوب کر کے بنوا دیا جس کا نام بیت اللہ
ہو گیا۔ یہ گھر کیوں بنا؟ وہ تو لامکان ہے اس کو مکان کی کیا ضرورت،
لیکن اُس نے اپنے لئے نہیں بنوایا ہے، اپنے فرمانبردار بندوں کے لئے
بنوایا ہے صرف اپنے نام سے منسوب کر دیا۔ اس لئے بنوایا کہ چمنِ ہستی کے
کُل مسلمانوں کا ایک ہی مرکزِ عبادت ہو اور ساری دنیا کے مسلمان ایک
ہی طرف رُخ کر کے نماز ادا کریں، چنانچہ وہی قبلہ ہو گیا۔ اور ہمیشہ رہے گا
سُبحان اللہ کیا شرف بخشا ہے صرف اپنے نام سے نسبت دے کر،
چاروں سمتوں کے مسلمان اُسی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں جب
اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو چاروں طرف سے اُسی طرف رُخ ہوتا
ہے جب اُس کے اندر پہنچ جائے تو جس طرف رُخ کر لیجئے ہر طرف
رُخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے اندر جا کے ہر جہت اُسی کے لئے ہے۔

میں اس وقت تاریخی حیثیت سے بحث کرنا طوالت کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ کب بنا، کس طرح بنا، کس سے بنوایا گیا، موجودہ حالت میں جو دیکھ رہا ہوں اسی کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ اللہ کا گھر جسے کعبہ کہتے ہیں خاص بیت المعمور کے نیچے اللہ تعالیٰ نے بنوایا تاکہ معبود کے خاص فرمانبرداروں میں حقیقت بیں حضرات چشمِ بصیرت سے اپنے معبود کے ظلِّ ظلائل کے پرتو کا جلوہ دیکھ سکیں، ایک تو سادی پتھر کی عمارت پھر اس کا رنگ بھی سیاہی مائل رکھا تاکہ اس کے نور کا پرتو دیکھنے والے کہیں موسیٰ کی طرح ہر دیدار کرنے والا غش نہ کھا جائے بے ہوش نہ ہو جائے۔ اگر بیت اللہ نوری ہوتا تو کون نظر ڈالنے کی تاب لا سکتا تھا، کون دیدار کی جرأت کرتا؟ ہو سکتا تھا کہ معبود اپنا گھر شمسِ جہانتاب کی طرح بنا دیتا کہ اس کی چمک سے کوئی تاب نہ لا سکتا، یا چاندی سونے کا یا جواہرات کا بنا دیتا ایک موتی یا ہیرے، لعل کا بنا دیتا، خود ہی غور فرما لیجیے کہ معبود جب اپنے نافرمان بندہ شدّاد ایسے کو اُس کی تمنّا پر ایک موتی کا دروازہ دے سکتا ہے تو وہ اپنا گھر انمول جواہرات کا نہیں بنوا سکتا؟ لیکن یہ بات نہیں تھی اس کو تو اپنی قدرت اور شانِ بے نیازی دکھانا تھی اور یہ قدرت دکھانا تھی کہ ہم اپنا گھر بالکل معمولی پتھر کا بنوا کر ایسا انمول اور بیش قیمت اور ایسا

قدر و قیمت والا کر دیں گے کہ چاندی سونا جواہرات اس کے آگے سب ہیچ ہو جائیں گے۔ ادب و احترام میں، رعب و جلال میں اس کے سامنے سب بے وقعت ہو جائیں گے۔ جواہرات کے تخت و تاج والے امیر اور فقر و فاقہ والے فقیر اس کے سامنے یکساں ہوں گے اخوت و مساوات کا سچا منظر دیکھیں گے۔ اس وجہ سے اپنا گھر معمولی پتھر کا بالکل سادہ بنوایا۔ بغیر نقش و نگار کے ایسی جاذبیت قائم کر دی کہ عدیم المثال ہے، دنیا کا کوئی معبدگاہ ایسا سادہ اور اتنی شان و حرمت والا نہیں ہے۔ پھر غور تو فرمایئے اس قدر سادی معمولی سیاہی مائل پتھر کی عمارت، وہ بھی غلاف میں نقاب پوش، اور نقاب بھی بالکل سیاہ۔ سبحان اللہ۔ اس کی سیاہی اور نقاب پوشی بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ کعبہ کی تعریف اور بزرگی و عظمت خود اپنے کلام پاک میں بھی فرمائی ہے۔ اور بندوں کی تعریفوں سے بھی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہر شخص اپنی قابلیت اور فہم و ادراک کے موافق لکھتا اور بیان کرتا رہا۔ حالانکہ اصل راز اور حقیقت تو بنوانے والا ہی بہتر جانتا ہے واللہ اعلم۔ اہلِ نظر اور چشم بصیرت والے جس نظر سے بھی دیکھتے ہوں اور جو کچھ بھی دیکھتے ہوں یہ تو اپنی اپنی نظر اور قسمت کی یاوری کی بات ہے۔ اللہ کے بندے کیا نہیں دیکھتے ہیں۔

مجھ گنہ گار کی معمولی نظروں نے جو دیکھا اور فہم ناقص نے جو قیاس ظاہری کیا تو چند باتیں یہ سمجھ میں آئیں کہ کعبہ کی نقاب پوشی، مردوں کو عیب پوشی کا سبق دیتی ہے اور عورتوں کو پردہ پوشی کی ہدایت کرتی ہے، اور سیہ پوشی منکرینِ اسلام پر اظہارِ تأسّف کرتی ہے، مقبولین کی لبّیک پر سعدیک، اور غیر مقبولین پر لا لبّیک کہتی ہے، اور غیر مسلم کو گوبیک کا سیاہ عَلَم دکھاتی ہے۔ اس کی سیاہی ہر جاذبیت کی تضحیک کرتی ہے، جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اُسی طرح کعبہ کی سیاہی قلب کی سیاہی کاٹ دیتی ہے، سیاہ کاروں کی قلبی سیاہی کٹ کر صاف ہو جاتی ہے۔ اس کی سادگی سادہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اللہ اکبر، ایسی سادی عمارت، اور دُنیائے اسلام کی مرکزِ عبادت، اور کششِ ایسی زبردست کہ مقناطیس کی کیا حقیقت، مقناطیس کی کشش صرف اس وقت ہوتی ہے جب اس کے سامنے ہو یا قریب ہو، اور اس عمارت کی کشش ملاحظہ فرمائیے۔ کہ تمام عالمِ ہستی کے گوشہ گوشہ سے، رواں رواں، دواں دواں، رساں رساں، کشاں کشاں، پراں پراں، مسرور و شاداں، اُفتاں و خیزاں، حیران و پریشاں، لرزاں و ترساں، مرد و زناں، پیر و جوان، کارواں کے کارواں، لبّیک لبّیک بر زباں، سوئے بیتِ یزداں، کھنچے چلے جاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی بے تحاشا اس کے گرد چاروں طرف

چکر لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ایک بار نہیں دو بار نہیں سات سات بار۔ جب ذرا دَم لیتے ہیں۔ اور ہر چکّر میں وفورِ جذبات سے بیتاب ہو کر اُس گوشہ کو جو سب سے زیادہ سیاہ ہے جس کا نام بھی سنگ اسود ہے جو ایک نقرئی حلقہ میں محفوظ ہے اس کو عاشقانہ انداز سے چومنا، چاٹنا، بوسہ دینا، مُنہ رگڑنا فخرِ عبادت سمجھتے ہیں، جو بیچارے ہر چکّر میں وہاں تک نہیں پہنچ سکتے وہ سامنے سے گذرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرکے ہتھیلی کو چوم لیتے ہیں۔ اللہ اکبر، ذرا اُس منظر کا تصور کیجئے تو جذبات بھڑک اُٹھیں گے۔ آدمی پر آدمی، سر پر سر، مُنہ پر مُنہ، پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، تن بدن کا ہوش نہیں، پچھلنے گرنے کا خیال نہیں، کپڑوں کا ملال نہیں، جیب و دامان کی خبر نہیں، بوسہ لینے کی دُھن ہے، اُس حلقہ میں مُنہ ڈال دیا جاتا ہے، اوپر سے سپاہیوں کی مار ڈھکیل مزید تازیانہ ہوتی ہے، پھر بھی کسی کو سیری نہیں ہوتی، خود سے مُنہ نہیں ہٹاتے، ہٹائے جاتے ہیں، اس کے بعد ایک گوشہ سے جو سنگِ اسود کے قریب ہی ہے اُس سے جمٹ جمٹ کر، لپٹ لپٹ کر، بلک بلک کر، گڑگڑا گڑگڑا کر گریہ و زاری کے ساتھ بیقراری و بیتابی سے اپنے گناہوں کی توبہ کی جاتی ہے اور مغفرت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں

اس گوشہ کو مُلتزم شریف کہتے ہیں - یہ وہی مبارک جگہ ہے جہاں محبوبِ کبریا نے اُمت کے لئے دعائیں مانگی تھیں اور قبول ہوئی تھیں۔

یہ اعجاز اور اعزاز ہے اور ایسی زبردست کشش اور جاذبیت ہے اس سادی پتّھر کی عمارت کا - یہاں غائبانہ صرف زبان سے نماز کی نیّت میں کہا جاتا ہے، کہ "مُنہ میرا طرف کعبہ کے" اور ایک رعب سا غالب ہوجاتا ہے، ہیبت سی چھا جاتی ہے، خاموشی اور ادب سے نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں - بھلا خیال تو کیجئے وہاں کیا حالت ہوتی ہوگی - کعبہ کے سامنے سب ہوتے ہیں اور کعبہ سب کے سامنے ہوتا ہے - اس کے پاس ہوتے ہیں - اس سے مَس ہوتے ہیں اُس کو بوسہ دیتے ہیں اور اُس سے چمٹ کر دعائیں مانگتے ہیں - دعائیں قبول ہوتی جاتی ہیں، گناہ صاف ہوتے جاتے ہیں۔ سیاہ کاروں کی سیاہ کاری اور قلب کی سیاہی غلاف کعبہ کی سیاہی سے مَیل کچیل کی طرح کٹتی چھنٹتی صاف ستھری ہوتی جاتی ہے -

جتنے دن آپ رہیں گے جس قدر طواف کریں گے جتنا اُس سے مَس ہوں گے - اُسی قدر پاک وصاف ہوتے جائیں گے معصیت کی گندگی اور کثافت باقی نہیں رہ سکتی ہے - ان سب باتوں کا اندازہ اور تجربہ تو وہیں ہوتا ہے یہاں تو سُن کر دل چاہتا ہے کہ

اُڑ کے پہنچ جائے ۔ مگر بے زر بے پر دل مسوس کے رہ جاتا ہے اور ملاحظہ کیجئے ، وہاں جائے تو ثواب کی ارزانی دیکھئے تمام چیزیں انتہائی گراں لیکن ثواب اس قدر سستا کہ دُنیا میں اس قدر ارزاں کہیں نہیں مِل سکتا ۔ یعنی ایک نیکی کا ایک لاکھ ، ایک رکعت نماز کا ایک لاکھ ، رجسٹری شدہ بالکل مستند ، لُوٹو جس قدر لوٹ سکو ، شمار کرنا بھی مشکل ہو جائے گا ۔ اِسی سے تو اپنے محبوبؐ کی اُمت پر استطاعت والوں کے لئے زندگی میں ایک بار وہاں کی حاضری ضروری کر دی ہے ۔ سب تو سب کعبہ کا دیدار بھی عبادت میں شامل کر دیا اور کیا چاہتے ہو اِس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے ؟ یہاں زندگی بھر نمازیں پڑھئے ، کارِ خیر کیجئے ، جب بھی مستند طور پر ایک لاکھ تک پہنچنا مشکل ہے اور وہاں ہفتہ عشرہ کے قیام میں ثواب کا حساب و شمار کرنا محال و مشکل ہو جائے گا ۔ جہاں اِس قدر بے شمار ثواب کی دولت لُوٹنے کو ملے اور استطاعت والے نہ جائیں اُن کی تغافل شعاری پر عبرت و حسرت آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے ۔

تعجّب اور افسوس کا مقام ہے کہ دُنیا وی کاموں میں معمولی معمولی بات پر ممنوع اور غیر مشروع رسم و رواج پر حیثیت و استطاعت سے کہیں زیادہ زیر بار ہو کر محض نام و نمود کے لئے ذرا دیر کی واہ واہ

سُننے کے لئے روپیہ برباد کیا جاتا ہے حوصلے نکالے جاتے ہیں۔ قرض لیا جاتا ہے، ملکیت رہن و بیع کر کے کام نکالا جاتا ہے، اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ اسی طرح وہاں بھی جائے، حیثیت نہ ہونے پر تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تعجب اُن پر ہے جو صاحبِ استطاعت ہیں، وہ اپنی دولت فضول شوقوں میں برباد کرتے ہیں مگر وہاں نہیں جاتے۔ غور تو فرمائیے کہ وہاں فرض ادا کرنے کے لئے، ثواب کی دولت لوٹنے کے لئے، گناہوں سے پاک وصاف ہونے کے لئے، ازسرِ نو نوزائیدہ بچّہ کی طرح بننے کے لئے، اپنی زندگی سُدھارنے اور سنوارنے کے لئے، روضۂ اقدس پر حاضری کے لئے، فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے، جانے کا جذبہ تو درکنار بھولے سے خیال بھی تو نہیں آتا۔ ہاں خیال کب ہوتا ہے، صرف ایسی حالتوں میں، آخر وقت میں، ضعیفی میں، معذوری اور مجبوری میں، مفلسی اور ناداری میں، زندگی سے نا اُمیدی میں، بیماری دُکھی میں، دولت ضائع ہونے میں۔ بھلا ایسی حالتوں میں خیال آیا بھی تو کیا حاصل، کیسے عبرت و افسوس کا مقام ہے کہ دینے والا دینے کے لئے بُلاتا ہے اور لینے والا اُدھر کا رُخ بھی نہیں کرتا۔ سب شوقوں میں، لہوولعب میں اپنے کو تباہ کر دیا جاتا ہے اور حج کے معاملہ میں قسمت کا شکوہ

اور اللہ پر الزام رکھا جاتا ہے۔ عام طور سے یہی کہا جاتا ہے کہ خدا کو منظور نہیں کیسے جاؤں۔ اس کے بغیر بلائے کوئی نہیں جا سکتا، وہ مدد کرے تو جانا ہو، کیا خوب باتیں ہیں۔

غور کیجئے کہ امداد اُسی کی ہوتی ہے جو امداد کا مُستحق ہوتا ہے، پہلے مُستحق بن جائیے تو امداد بھی ہو، اور امداد کے مُستحق جب ہو گے جب خیال ہو، ارادہ ہو، نیت ہو، تڑپ ہو، جذبہ ہو، دُھن ہو، لَو لگی ہو، بے قراری ہو، دل سے دعا کی جائے۔ یہ سب باتیں ہوں تو مستحقین میں شمار ہو، مستحقِ امداد ہو تو مدد کرنے والا مدد بھی کرے، اسی طرح کے مُستحقین کی برابر امداد ہوتی ہے، ہر سال حیثیت نہ ہونے پر بھی سیکڑوں کو اللہ تعالیٰ پہنچا دیتا ہے۔

زندگی میں ایک بار جا کے دیکھو زندگی بن جائے گی، اس قدر فیض حاصل ہوگا اور اس قدر ثواب کی دولت ملے گی کہ اپنے آپے میں نہ رہو گے کوتاہیِ داماں کی شکایت ہو جائے گی لیکن اِس طرح جانا ہو تو سب کچھ حاصل ہو گا۔ نیک نیتی سے جائیے، سچّے اور پاک جذبے سے جائیے، توبہ کر کے تائب ہونے کے لئے جائیے، گناہوں سے بچنے کا عہد کرنے کے لئے جائیے، واپس آکر عہد و توبہ پر قائم رہیئے، عہد شکنی نہ کیجئے توبہ نہ توڑیے۔ اس طرح جانے میں ایک ہی دفعہ کے

جانے میں زندگی سنور جائے گی، دین و دُنیا بن جائے گی۔ اور اگر ان خیالات و جذبات سے نہیں گئے۔ حاجی کا لقب حاصل کرنے کے لئے گئے۔ فرض کا بار اُتارنے کے لئے گئے، تفریح اور سیاحی کے خیال سے گئے، تجارت کی غرض سے گئے، پیسہ کمانے کے لئے گئے، ذاتی منفعت اور اعزاز کی دُھن میں گئے، اپنی قدر و منزلت کی غرض سے گئے۔ اور وہاں سے واپس آکر توبہ توڑ ڈالی، عہد شکنی بھی کی، اعمال و افعال بھی درست نہ رکھے، پہلے کی طرح مکروہات اور لغویات بھی نہ ترک کئے، ترک کرنا تو درکنار مزید اضافہ ہو گیا، عرفات کی دعائیں اور توبہ بھول گئے تو بس خدا ہی حافظ ہے۔ دینی فائدے کچھ نہ ہوں گے البتہ دُنیاوی فائدے ضرور حاصل ہوں گے، مثلاً "حاجی صاحب" کہلائے گا، لوگ خواہ مخواہ بزرگ سمجھیں گے، دعوتیں ہوں گی، نماز کے وقت امامت کا اصرار ہو گا، راہ روی میں کوئی پیش قدمی نہ کرے گا، نشست میں آپ کو بٹھا کے بیٹھیں گے، آپ کی لفاظی اور مبالغہ بھی صداقت کا پایہ رکھے گی، غرضکہ یہ سب اعزاز ضرور حاصل ہوں گے، حاجی الحرمین، زائرِ حرمین، خطابات بھی ضرور ملیں گے۔

اس طرح کے حج ہر سال کیجئے درجنوں حج کیجئے حج کا شمار اور

تجربوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہر سال نئے جانے والے آپ سے مشورہ کرنے کے لئے آئیں گے۔ آپ مُشیر کار بن جائیں گے۔ باقی معاملات اللہ کے ہاتھ ہیں۔ اللہ کے گھر مجذوبانہ جذبات سے جانا، اور سالکانہ انداز سے واپس آنا، پھر ایسے دُنیادار بن جانا کہ حاجی کے لقب کی بھی لاج نہ رکھنا، گناہوں سے آلودہ گئے تھے کورے ہوکر واپس آئے، پھر اُس سے بڑھ کر آلودہ ہوگئے، کیا حاصل ہوا؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

اور ایسے بھی خوش قسمت اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ جو وہاں جاکر اللہ کو پیارے ہوجاتے ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ اُٹھیں گے جنّت البقیع میں آکر جنت المعلّٰی والوں کا انتظار فرمائیں گے اور سب کو ساتھ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔ ایسی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔ یہ سب فیض و برکت اُنھیں محبوبِ کبریا کی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سب سے برگزیدہ اور اشرف العباد بنا کر مبعوث کیا آپ ہی نے خود عمل کرکے اپنے اُمتیوں کو سب کچھ سکھلایا اور بتایا۔ بیت اللہ کی حرمت اور اس کے فیوض و برکات آپ ہی کی ذات اقدس سے مسلمانوں کو معلوم ہوئے، ورنہ یہ پتھر کی عمارت تو آپ سے بہت پہلے سے ہے، حج کے ارکان

اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے طریقے آپ ہی کی راہ نمائی سے معلوم ہوئے ، سچ تو یہ ہے کہ اللہ کے گھر کی رونق آپ ہی کی ذاتِ اقدس سے ہوئی ورنہ کسے معلوم تھا کہ اس پتھر کی عمارت میں ایسے ایسے جوہر موجود ہیں جو اب نمایاں ہو رہے ہیں ۔

اُس عمارت کے پتّھر ہر سنگدل کو، ہر ہوش و حواس والے کو اپنے گرد چکّر لگانے طواف کرنے پر بیتاب و بے قرار کر دیتے ہیں ، ادب و احترام کے جذبات جوش کھا کے اُبل پڑتے ہیں ۔ آپ چاہے جس قدر بے رُخی کریں کسی طرف بھی رُخ کر کے کھڑے ہوں وہ عمارت اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے اور دیکھنے والا محوِ دید ہو جاتا ہے یہ کشش اور جاذبیت ہے ۔ نماز کی مُدوّر جماعتیں صرف وہیں دیکھنے میں آتی ہیں گول جماعتوں کا منظر دیکھ کر زمین کے گول ہونے کا تصوّر آجاتا ہے ۔ بوڑھے ، جوان ، مرد ، عورت ، امیر ، غریب ، خادم ، مخدوم ، بادشاہ ، غلام ، بغیر کسی امتیاز و فرق کے سب کے سب ایک ہی ساتھ شانہ بشانہ ، کفن بردوش ، بیتابی و بے قراری سے ، توبہ و استغفار کرتے ہوئے ، دعائیں مانگتے ہوئے ، ایک ہی دُھن و خیال میں ، جذبات و جوش کے ساتھ ، ہر وقت طواف کرتے رہتے ہیں ۔ نہ دھوپ و تپش کا خیال ، نہ کسل و تکان کا لحاظ ، نہ کسی عذر کا تصوّر ،

نہ کمزوری کا حیلہ، نہ بیماری کا بہانہ، تنتے ہوئے، اکڑتے ہوئے، شانے اٹھائے ہوئے، سینہ اُبھارے ہوئے، صبح، دوپہر، شام، رات، آخر شب، ہر وقت، چوبیس گھنٹے یہی منظر اور یہی حالت دکھائی دیتی ہے، ہر وقت مشتاقانِ وصال اُس سے واصل ہوتے رہتے ہیں، تخلیہ و خلوت چاہے تو قطعی ناممکن۔ معشوقِ حقیقی کا حکم ہے عُشّاق کو تعمیل کرنا ضروری ہے، اسی میں اطاعت و فرمانبرداری کی سند ہے، اسی طرح کا ایک منظر اور ہوتا ہے جہاں یہ عمارت بھی نہیں ہے، پہاڑوں کے بیچ میں صرف میدان ہے، صرف ایک دن کے لئے اور دن میں چند گھنٹوں کے لئے اُس میدان کو اس قدر فضیلت دے دی کہ چند گھنٹوں کا صرف قیام داخلِ عبادت ہے اور حج کا رُکنِ اعظم ہے، یعنی وقوفِ عرفات، اللہ اکبر! چاروں طرف برہنہ پہاڑ درمیان کا ریگستانی دامن اس کا نام عرفات اور اس قدر فضیلت۔ یہ وہی میدان ہے جو میدانِ حشر کا نمونہ ہے۔ ذرا اسی خیال سے چلے جایئے کہ حشر کا میدان حشر سے پہلے زندگی میں دیکھ لیں، شاید قیامت کے دن اجنبیت کی وحشت کچھ کم ہو جائے۔ حج کا دن خاص وہی ہے جس دن عرفات میں سب جمع ہوتے ہیں، ایک ہی وضع میں لاکھوں کی تعداد میں انسانوں کا سمندر جذبات کی موجیں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

دیوانوں کی طرح گریہ و زاری میں مشغول فریاد میں مصروف توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ کفن پوش، برہنہ سر، چشم نم، ننگے پیر، ریت آلود، غبار آمیز، پسینے میں شرابور، سوکھا حلق، خشک زبان، گرمی سے پریشان، اشک رواں، معبود کو پکارا جاتا ہے، فریاد کی جاتی ہے، دعائیں صرف دل اور زبان سے نہیں بلکہ ہر بُنِ مو سے مانگی جاتی ہیں۔ جب ہی تو معشوق حقیقی اپنے مجنونوں کا یہ جنون، اپنے دیوانوں کا یہ جوشِ دیوانگی، اپنے عاشقوں کا یہ جذبۂ عشق، اپنے فرمانبرداروں کی یہ فرمانبرداری، اپنے مہمانوں کی یہ نیازمندی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور مراحیم رحیمانہ سے سب کو ایک دم نواز دیتا ہے، اچھے بُرے سب ہی نوازے جاتے ہیں۔ نوازنے کا ثبوت بھی سن لیجئے کہ اگر کسی کو بدگمانی ہو، شک ہو کہ میرے گناہ شاید نہ معاف ہوئے ہوں، توبہ قبول نہ ہوئی ہو تو وہ ظالم ہے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان کریمی ہے۔ مگر یہ دھیان رہے کہ معبود کی یہ بے پایاں بندہ نوازیاں اُسی دن اور اُسی میدان کے لئے مخصوص ہیں۔ گھر بیٹھنے والے کے لئے یہ انمول دولت نہیں ہے، ایثار کیجئے حج کو جائیے اس دن اُس میدان میں پہنچئے پھر کیا ہے لُوٹ لائیے جس قدر لُوٹ سکئے۔ وہاں تو رحمتوں کے پہاڑ اور ثوابوں کے میدان ہیں، ارحم الرّاحمین کی رحمت اور کریم کا کرم و اکرام

اُنھیں مکرّم مقامات میں ملتا ہے۔

بھلا غور تو فرمائیے کہ رحمٰن و رحیم کے بندے اور رحمۃ اللعالمین کی اُمّت، حکم کی تعمیل کرے، اور اطاعت و فرمانبرداری پر وہ خوش ہو، رضی اللہ عنہ و رضوعنہ کے مصداق ہو، پھر رحیم اپنی شان رحیمی سے آبِ رحمت کی موسلا دھار بارش سے شرابُور کردے پھر بھی اللہ کے نوازے ہوئے ہوش میں رہیں، ایسے ہی تر دامنوں کے دامن نچوڑنے سے تو شاید فرشتے وضو کریں، کریم کے کریمانہ کرم و اکرام کے مکرّم کو احساس کمتری نہیں ہوسکتا ہے کہیں اپنے آپے میں رہ سکتے ہیں۔ ہوش و حواس درست رہ سکتے ہیں۔ ادب و احترام کا لحاظ ملحوظ رہ سکتا ہے، سُوجھ بُوجھ ٹھکانے رہ سکتی ہے، اللہ کا دیوانہ عقل و خرد کی باتیں کرسکتا ہے، جا بے جا، مناسب غیر مناسب، رَوا نارَوا سمجھنے کی صلاحیت قائم رہ سکتی ہے؟

مجاز میں تو قیس "انا لیلیٰ" پکار اُٹھے، فرہاد کوہکنی کرنے لگے، یوسفؑ کا حُسن دیکھ کر عورتوں نے محوِ دید ہوکر اُنگلیاں کاٹ ڈالیں۔ پھر جب معشوقِ حقیقی کے عشّاق کا عشق انتہا کو پہنچے دیدار بھی ہونے کو ہو، وصل سے واصِل ہونے کا بھی وعدہ ہو، نوازے بھی جائیں، فنا فی اللہ کے درجے پر پہنچ جائیں، پھر بھی ہوش کی باتیں کریں،

اُن کے جذب کا جذبہ اُن کو مجذوب بھی نہ بنا دے پھر وہ اَنَا الحق بھی نہ کہہ اُٹھیں، قم باذنی بھی نہ کہیں، بھلا یہ ممکن ہے؟ جسے اُس کی راہ میں مٹنا اور شہید ہونا ہے اُسے جان کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے، اُسی کی جان ہے جس طرح چاہے لے لے۔ چاہے سولی پر چڑھاؤ، یا کھال کھنچو، نہ جان کی پرواہ نہ کوئی عُذر، سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

اللہ اکبر۔ حق تو یہ ہے کہ حق کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ معبودِ برحق نے اپنے بندوں پر ایسے ایسے احسانات کئے ہیں اور اس قدر نوازا ہے کہ اگر بندے پیدائش سے لے کر موت تک عمرِ طبعی پا کر ہر سانس میں شکر ادا کریں جب بھی کما حقہ، شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ تصوّر و قیاس میں بھی اس کا رحم و کرم اور مہربانیاں عنایتیں نہیں آ سکتی ہیں شکر کوئی کیا ادا کر سکتا ہے۔ سب باتوں کے علاوہ سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اُس نے اپنے محبوب کو بھیج کر جو نوازشات کی ہیں صرف اسی احسان کا شکر ناممکن ہے اور شکر ادا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے محبوب کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ اس کے محبوب کی اتباع سختی اور پابندی سے کی جائے صرف محبوب ہی کی اطاعت و پیروی سے نجات ہو سکتی ہے۔ اُنھیں محبوب کے نقشِ قدم پر چلنے سے

منزلِ مقصود پر پہنچ سکتے ہیں

محبوبِ کبریا کے دُنیا میں تشریف لانے سے لاانتہا، بے شمار فیض پہنچا ہے جو محتاجِ بیان نہیں ہے۔ معبودِ برحق نے اپنے محبوب کو دُنیا میں بھیج کر عذاب نازل کرنا موقوف کر دیے اس لئے کہ اس کے محبوب رحمۃ اللعالمین اور سراپا رحمت ہیں۔ اُن کے دُنیا میں آنے سے گمراہی کا سیلاب ختم ہو گیا۔ کفر کا طوفان رُک گیا۔ بحرِ ظلمات میں جہازِ کفر پر جو کفّار و مشرکین سوار تھے اُن کا بیڑا ضلالت کے طوفان میں غرق ہو رہا تھا جو شیطان کی ناخدائی میں گم کردہ منزل تھے، اُن سب کی جانیں محبوبِ کبریا کے نورِ ہدایت سے محفوظ ہو گئیں ناخداؤں کے خدائے مطلق نے اپنے محبوب کے ذریعہ مشعلِ ایمان دکھا کر سیدھے راستے پر چلا دیا۔ معبودانِ باطل نورِ ایمان کی ضوفشانی کی تاب نہ لا سکے۔ بدحواس ہو کر پناہ مانگنے لگے۔ عرب کے پہاڑوں سے صدائے توحید پیغامِ رسالت کے ساتھ بلند ہوئی، ریگستانوں کے ذرات میں چمکی، صحرائے عرب میں صدائیں گونجیں، کلیساؤں اور بُتکدوں سے ٹکرا کر پارہ ہو گئیں۔ فضاؤں میں پرچمِ اسلام لہرانے لگا۔ جاندار تو جاندار بے جانوں نے بھی کلمۂ شہادت پڑھا۔ سرابِ ریگستانی جو اپنی آب نمائی سے گمراہ کر کے ہلاک کرتی تھی وہ نورِ ہدایت کی

ضوفشانی کرنے لگی۔ آبِ رحمت سے ہر کافرِ تشنہ دہن کی پیاس و تشنگی ایمان کی بارش سے سیراب ہونے لگی۔ کافروں اور مشرکوں کے گروہ، غدّاروں اور منافقوں کے قافلے، سر پر پیر رکھ کر بھاگنے لگے۔ نورِ ایمان بلند سے بلند چوٹیوں پر پھیل گیا، سمندروں کی لہروں اور موجوں میں جگمگانے لگا۔ فرش سے عرش تک توحید و رسالت کی روشنی چمکی، زمین سے آسمان تک ایسا مُنوّر ہوا کہ نورٌ علیٰ نور ہوگیا، بحرِ توحید سے رسالت کی موجیں حقانیّت و صداقت کا طوفان برپا کرتی ہوئی کائناتِ عالم پر چھا گئیں، کفر و شرک کا خس و خاشاک ایمان کی لہروں اور اسلام کی موجوں میں غرق ہوگیا، مُلکِ عرب کفر و ضلالت کی نجاستوں سے پاک و صاف ہوگیا، مکّہ میں توحید کا مرکز مدینہ میں رسالت کا مسکن بن گیا۔

محبوبِ کبریا کا فیضِ ہدایت انسانوں کے دل و دماغ پر مُسلّط ہوگیا، گمراہی و ضلالت کا صرف ایک راستہ رہ گیا جن کو اللہ نے معتوب و گمراہ کردیا وہی اس تنگ و تاریک راستے پر بھٹکتے رہے باقی چاروں طرف صراطِ مستقیم پر چلنے کے راستے کھل گئے، ہر طرف نورِ ایمان کی روشنی میں بلا پس و پیش بے خوف و خطر راہِ ہدایت پر چلنے لگے۔ نورِ اسلام کا مان سون ابرِ محیط بن کر فضائے عالم پر چھا گیا،

تیرِ شہاب سے شیطانی جاسوس ہلاک ہونے لگے۔ انسان جو درندہ خصلت تھے، خونخواری کے خوگر تھے، اُن کی خو میں رحم و کرم پرورش پانے لگا۔ وہ تلواریں جو ذرا ذرا سی بات پر میان سے باہر نکل آتی تھیں وہ صبر و استقلال کے میانوں میں میانہ روی سے رہنے لگیں۔ وہ خونخوار انسان جو اپنے ہی سایہ سے مشتعل ہو جاتے تھے وہی اپنے سایۂ سرپرستی میں غیروں کو پناہ دینے لگے۔ وہ قبیلے جو دوسروں کو زیر کرنے کی گھات میں رہتے تھے، وہی مظلوموں کو امن و پناہ دینے کی تاک میں رہنے لگے۔ وہ خود غرض انسان جو تشنہ لبوں کی نظریں بچا کر اپنے کو سیراب کرتے تھے، وہی اپنی پیاس کو نظر انداز کرکے دوسروں کی پیاس بُجھانے کی فکر میں دَوڑ دُھوپ کرنے لگے۔ وہ نفس پرست انسان جو عورتوں کی عصمت دری کرنا مردانگی شمار کرتے تھے، وہی عصمت بچانے کو مردانہ جوہر سمجھنے لگے۔ وہ جو مئے ناب اور دخترِ رز کے نشہ میں مست و چوُر رہتے تھے، وہی شرابِ طہور اور حورانِ جنّت کی آرزو میں شہید ہونے لگے، پہلے اپنے بھی بیگانے سمجھے جاتے تھے، اب بیگانے عزیز از جان شمار ہونے لگے۔

غرض کہ چمنِ ہستی میں ایسی بہار آئی جو خزاں دیدہ نہ تھی، وہ بہار جس کو خزاں کا اندیشہ تک نہ تھا۔ بہار بھی وہ بہار جس بہار کو اپنی بہار پر

ناز ہوگیا، کیونکہ اندیشۂ خزاں سے محفوظ تھی، یہ انقلابِ عظیم کیسے ہوا؟
کیوں ہوا؟ کس کی وجہ سے ہوا؟ محض محبوبِ کبریا کی ذاتِ اقدس
سے ہوا - آپ ہی کی ولادت باسعادت سے ہوا، رحمۃ اللعالمین کی
رحمت اور برکت سے ہوا، آپ ہی کی رسالت آپ ہی کی نبوت سے ہوا،
آپ ہی کی بعثت اور آپ ہی کی شریعت سے ہوا، آپ ہی کی
طریقت اور آپ ہی کی ہدایت سے ہوا، آپ ہی کی سُنّت اور آپ
ہی کی اطاعت سے ہوا، آپ ہی کی ذکاوت اور آپ ہی کی ذہانت
سے ہوا، آپ ہی کی دیانت اور آپ ہی کی صداقت سے ہوا،
آپ ہی کی ریاضت اور آپ ہی کی عبادت سے ہوا، آپ ہی کی
اعانت اور آپ ہی کی حمایت سے ہوا، آپ ہی کی قربت اور
آپ ہی کی لیاقت سے ہوا، آپ ہی کی محبّت اور آپ ہی کی شفقت
سے ہوا، آپ ہی کی شخصیت اور آپ ہی کی حکمت سے ہوا، آپ
ہی کی محبت اور آپ ہی کی عقیدت سے ہوا، آپ ہی کی عنایت
اور آپ ہی کی شفاعت سے ہوا، جو کچھ ہوا اور قیامت تک ہوتا
رہے گا گلشنِ ہستی کے ہر گُل بوٹے جو کفر وضلالت کی ہواؤں سے
مرجھا گئے تھے اُن کو ایمان افروز فضاؤں نے ازسرِ نو کھلا کر لہلہا دیا
انسانیت کی رَوِش جو بیدردوں نے اپنی بیدردی سے رَوند کر برباد

کر دی تھی، وہ خُلق و محبت کی ہَواؤں سے سرسبز و شاداب ہوگئی۔
جہالت کی قتل و غارت گری سے جو انسانیت کی کھیتی تباہ ہو رہی
تھی، وہ اخلاق و مُروّت کی آب پاشی سے ہَری بھری ہوگئی، ظلم و جَور
کے جھونکوں سے جو خرمنِ ہستی پھُونکا جا رہا تھا وہ امن و عافیت سے
دیدہ زیب ہوگیا، آتشِ حَسد سے جو آشیانے خاکستر ہو رہے تھے وہ
سکون و مساوات کی فضا سے شاد آباد رہنے لگے، کفر و شرک کی
ضلالت سے جو تیرگی و تاریکی چھا گئی تھی وہ نورِ اسلام سے روشن و
منوّر ہوگئی۔ باغِ ہستی کی ہر مُرجھائی کلی کھِلی، گُل ہوئی، شگفتہ ہو کر
غنچہ بنی، گلدستہ ہوئی، پروان چڑھی، سُبحان اللہ! کیا ابرِ کرم کی
بارش تھی، کیا محبوبِ کبریا کا درس و تدریس تھا کہ باغِ ہستی ازسرِ نَو
سیراب ہوگیا، بہار آگئی، حقّانیت و صداقت کی خوشگوار فضاؤں نے
کفر و شرک کے پرستاروں کے دانت کھٹّے کر دیے، نادانی کے عقیدے
بیوقوفی کی باتیں دُور ہوئیں، شراب و نفاق کی بدمستی اور کبر و نخوت کی
مدہوشی کافور ہوئی، ہوش و حواس، اسلام کی چاشنی سے درست ہوگئے۔
خودی کا رنگ پھیکا پڑ گیا، اُخوّت کا رنگ غالب ہوگیا، امارت کا
غرور، قوت کا گھمنڈ، دولت کا زعم، فضیلت کا امتیاز، کمزوروں کا
احساسِ کمتری، شہ زوروں کا اطمینانِ برتری، بُلبُلۂ آب کی طرح

چشمِ زدن میں مِٹ کر فنا ہوگیا، بہادروں کی بہادری، قوت والوں کی قوتیں، کمزوروں کی کمزوری پر ترس کھانے لگیں، ظالم اپنے ظلم کی مظلوموں سے معافی مانگنے لگا، قاتل اپنے قتل کا مقتول والوں کو قصاص دینے لگا، قادرِ مطلق کے قدرت کی قدر ہونے لگی، عبد اپنے معبود کی عبادت سے عابد ہونے لگے، حق العباد سے لوگ خوف کھانے لگے۔ جبّارِ مطلق کی جبروتیت جبراً ماننے پر مجبور ہوگئے۔ خالق نے اپنے محبوب کو خَلق میں بھیج کر مخلوق کو خُلق و محبّت کا سبق پڑھایا، وہی خلقت جو بداخلاقی میں نامزد تھی اب بے مثل خلیق بن گئی، خلّاقِ عالم نے سارے خلائق میں عدیم المثال اخلاق والا بنا دیا۔

اللہ اکبر! محبوبِ کبریا کی سیرت و فضائل، فیوض و برکات کے ذکر اذکار، زندگی بھر ہر نوعیت سے بیان کیجئے نہ پوری ہوں گی، نہ ختم ہوسکتی ہیں، نہ تحریر و تقریر میں آسکتی ہیں، نہ سیری ہوسکتی ہے، نہ قلم رُک سکتا ہے، نہ زبان خاموش ہوسکتی ہے، نہ کان تھک سکتے ہیں۔ آپؐ کی آمد سے ایسا امن قائم ہوا اور ایسا سکون و اطمینان حاصل ہوا کہ مثال ناممکن ہے، جس قدر بُرائیاں تھیں ایک ایک کر کے اچّھائیوں سے مُبدّل ہوکر مفتخر ہوگئیں۔

حاسد اپنا حسد بھول گئے، نیکیوں میں ایک دوسرے کا رشک کرنے لگے، دشمن اپنی دشمنی سے باز آئے باہم دوستی و محبت سے رہنے لگے، اعدا اپنی عداوت سے تائب ہو گئے آپس میں مخلص بن گئے۔ جابروں نے اپنی جابرانہ حرکتیں چھوڑ دیں، مغلوب الغضب انسان اپنا غیظ و غضب ترک کر بیٹھے۔ منافقوں نے اپنی منافقت کی سزا پائی نفاق ختم ہو گیا۔ شیر و بکری شیر و شکر ہو کر ایک گھاٹ پانی پینے لگے۔ معبودانِ باطل کی پرستش سے پرستاروں نے منہ موڑا۔ معشوق حقیقی سے عاشقوں نے اپنا رشتۂ عشق جوڑا، لات و عزیٰ سے سب نے اپنا ناتا توڑا، اپنے معبودوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑا پھوڑا، پھر اپنے حبیبؐ محبوب کو کسی نے کبھی نہ چھوڑا، صادق القول کا صدق معراجِ صداقت تک پہنچا، مصدّق ہوا، مُہرِ تصدیق لگی۔ کاذب و کذّاب کا کذب قعرِ مذلت میں لے ڈوبا۔ جاہل و جُہلا اپنی جہل و جہالت سے مجہول ہو کر رہ گئے۔ جو اجہل الجہال اور ابوجہل تھے وہ بُری طرح ہلاک ہوئے۔ جو قابل و اقبل تھے انھوں نے قبل ہی سے قابلیت دیکھ کر اطاعت قبول کر لی اور مقبولِ بارگاہ ہو گئے اُن معززین کے اعزاز میں چار چاند لگ گئے۔ جو بالمقابل مقابلہ میں آیا کیا تقابل تھا جہنم واصِل ہو گیا، معبود نے اپنے تمام

بندوں میں اپنے محبوب کو وہ بلند و بالا درجہ دیا اور ایسا شرف بخشا اور ایسی فضیلت دی کہ دُنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ اور بڑی سے بڑی طاقت والوں نے لوہا مان لیا، سرنگوں ہوگئے اطاعت قبول کرلی، آپ کی ذاتِ اقدس تو خیر البشر اور افضلُ النّاس تھی، آپ کے غلاموں کے کارنامے ایسے حیرت انگیز ہیں کہ اُن کی تعریفوں میں دفتر لکھے جاسکتے ہیں، اُن کی گردِ پا پوش بھی کوئی نہیں پاسکتا۔ محبوبِ رب العالمین کے قدومِ میمنت لزوم کی برکت سے کفر و ضلالت کی فضامیں دائمی خزاں آگئی، بہارِ ایمان نے اُن کو ہمیشہ کے لئے گم کردہ راہ کردیا۔ اور جن گم کردہ راہ کو طلبِ صادق تھی، جستجوئے منزل تھی، اُن کو صراطِ مستقیم سے منزل مقصود پر پہنچادیا۔ انسانیت جو حیوانیت کے جامہ میں ملبوس تھی وہ اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ نمایاں ہوگئی۔ انسان کا خون جو گاجر مولی سے بھی زیادہ ارزاں تھا وہ انتہائی بیش قیمت اور گراں بلکہ انمول ہوگیا۔ وہ انسان جو اپنی اولادوں کو بیرحمی سے، سفّاکی سے گلا گھونٹ کر دفن کردیتے تھے وہ اس حیوانیت اور ظالمانہ ہتّیا سے باز آئے، مذموم حرکت سے تائب ہوگئے، گناہوں سے لرزنے لگے۔ رحمۃ للعالمین کی رحمت سے ہر انسان رحمدل ہوگیا، سنگدلی اُن کی خو سے مِٹ گئی۔

محبوبِ کبریا کی ولادت سے وصال تک ہر بات اور ہر فعل رموزِ
کبریائی کی تفسیر ہے۔ جو اُمّت کے لئے درسِ ہدایت اور ذریعۂ
نجات ہے، جو باتیں انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں اُن کو ذرا
دیر کے لئے قطع نظر کر کے جو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں صرف
اُنھیں پر غور کیجئے تو قدرت کی مصلحت پر بیساختہ سُبحان اللہ کہنا پڑتا ہے۔
سچ ہے اس کے راز وہی بہتر جانتا ہے "اُمورِ مملکت خویش خسرو
خسروان داند" کے مصداق ہے۔ عرب کا دستور تھا کہ جب ولادت
ہوتی تھی تو دودھ پلانے والیاں آکر بچّوں کو لے جاتی تھیں اور ایّامِ
رضاعت سے فراغت کے بعد حسبِ حیثیت انعام وصِلہ پاتی تھیں۔
جب محبوبِ کبریا کی ولادت باسعادت ہوئی تو وہاں دوسروں
کی طرح ہر ایک نہیں آئی۔ ظاہری اسباب تو یہ تھے کہ اس
غریب گھر سے انعام وصِلہ کی کیا اُمّید تھی جو کوئی للک کر آتی۔
لیکن حقیقت یہ نہ تھی رموزِ کبریائی اور مصلحتِ خداوندی کچھ اور
تھی اب غور فرمائیے تو آشکارا ہو جائے۔ میری فہمِ ناقص میں تو
یہ مصلحتیں ظاہر ہوتی ہیں ممکن ہے کہ اور اسباب بھی ہوں۔ ذی علم
حضرات نے ہر معاملہ میں علمی نکات نکالے ہیں اور بہتر سے بہتر
طریقے پر بیان کئے ہیں۔ بھلا کوئی دودھ پلانے والی کیسے آسکتی تھی،

اس گھر کی طرف کیونکر کوئی رُخ کرتی، کس کی جُرأت تھی جو جسمِ اطہر کو ہاتھ لگاتی، کس کی مجال تھی جو نُورِ انور کو گود میں لیتی، کیونکر کوئی لے جاتی اور پرورش کرتی، کس کی ہمت تھی جو محبوبِ کبریا کو دودھ پلا دیتی، وہاں تو قدرت کو یہ منظور تھا، کہ بغیر ماں باپ کے ہم پرورش کریں گے، اور بلا اُستاد کے ہر علم سے آگاہ کر دیں گے اور ہر قسم کی تعلیم دے کر ایسا مُعلّمِ اسلام بنا دیں گے جس کی تعلیم سے بڑے بڑے علّامہ ہو کر توحید و رسالت کا پیغام عالمِ ہستی کے گوشہ گوشہ میں سُنائیں گے۔ اور اپنے محبوب کی ایسے دودھ سے پرورش کریں جو عرب کی سرزمین میں ہر حیثیت سے سب سے ممتاز و افضل ہو، جس دودھ میں اس کی فصاحت و بلاغت کا جواب نہ ہو، جس دودھ میں دیانت و صداقت کی تاثیر ہو، جس دودھ میں صبر و ضبط کا اثر ہو، جس دودھ میں بُردباری اور متانت کا خاصہ ہو، جس دودھ میں حِلم کی حلاوت ہو، جس دودھ میں حِلم ہی حلم کی خاصیت ہو، اس لئے حلیمہؓ سے دودھ پلوایا تاکہ حلیم ہو کر حلم میں شہرۂ آفاق اور عدیم المثال ہوں۔ اسی سے حضرت حلیمہؓ کو یہ انمول دولت ملی اور دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔

المختصر بارگاہ عالم کے تمام انتظامات مکمّل کر کے اپنے خلیفہ

حضرت آدم علیہ السّلام کے چھ ہزار سات سو پچاس کے بعد اُنتیس اگست پانچسو ستر عیسوی میں اپنے حبیب محبوب سے بارگاہِ ہستی کو رونق بخشی۔ اللہ اکبر، بھلا غور تو فرمائیے۔ کُل مخلوق کا خالق، تمام کائنات کا معبودِ مطلق، مخلوقاتِ عالم کا پروردگار، تمام بادشاہوں کا شاہنشاہ، کُل مخلوق کا رزّاقِ مطلق، اُسی کے محبوب کی آمد، وہی محبوب جن کے لئے بارگاہِ ہستی سجائی گئی، ہر طرح کے انتظام کئے گئے، ہر طرح کا سامان مہیّا کیا گیا، وہی محبوب آنے والے ہیں، انھیں کی آمد آمد ہے، جن کی بشارت دینے کے لئے ہزاروں پیغمبر مبعوث کئے گئے، تمام ہادیوں نے پیشین گوئی کی، یہ بھی سُن لیجئے اور غور فرمائیے کہ جن کی آمد کی اس قدر دُھوم دھام ہے اُن کی آمد کس طرح اور کیونکر ہوتی ہے، اُس پاک بے نیاز نے ہر بات میں بے نیازی دکھائی حتّیٰ کہ اپنے محبوب کی ولادت میں بھی اپنی شان بے نیازی کا مظاہرہ کر دیا اللہ الصمد، قربان جائیے اس بے نیازی کے، سُنئے اور غور سے سُنئے، کس طرح شہنشاہِ کونین محبوبِ کبریا تشریف لاتے ہیں۔ کسی بادشاہ کے وہاں نہیں، کسی ملکہ کے شکم سے نہیں، کسی محل یا قلعہ میں نہیں، قیصر و کسریٰ کے قصر میں نہیں، کسی شاہی لوازمات کے ساتھ نہیں، دُنیاوی کرّ و فر کے ساتھ نہیں، بادشاہی

تزک و احتشام کے ساتھ نہیں، نوبت و نقاروں کی فضاؤں میں نہیں، توپوں بندوقوں کی سلامی کے ساتھ نہیں. شمس جہانتاب کے روشن دن میں نہیں، ماہتاب کی دلفریب چاندنی میں نہیں؛ عزیز و اقارب خواتین کے جمگھٹ میں نہیں، کسی مددگار کی امداد میں نہیں، حتّٰی کہ قابلہ کی قابلیت کی بھی ضرورت نہیں، اللہ الصمد یہ شانِ بے نیازی، پھر کس طرح ؟ کیونکر ؟ کس جگہ ؟ یہ بھی سُن لیجئے، انتہائی خاموشی اور سادگی سے، عرب کے پہاڑی ریگستانی علاقہ کے شہر مکّہ میں ایک غریب گھرانے کے اشرف النسل خاندان میں، غریب کے غربتکدہ میں، اللہ کے بندے یعنی عبداللہ کے گھر میں، بی بی آمنہ کے شکمِ مبارک سے، اللہ کی حفاظت و نگرانی میں، حورانِ جنّت کے جھُرمُٹ میں، بارہ ربیع الاوّل، دوشنبہ کا دن، صبح صادق کے وقت، نسیمِ سحری کی سلامی میں، شہنشاہِ کونین اُمّتی اُمّتی فرماتے ہوئے پاک وصاف گلشنِ ہستی میں جلوہ افروز ہوئے اور بارگاہِ ہستی کو رونق بخشی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

چونکہ باری تعالیٰ نے خود بھی اپنے حبیب محبوب پر صلوٰۃ و سلام بھیجا ہے اور اُمّت کو حکم دیا ہے اس لئے ہم پر واجب ہے

کہ صلوٰۃ و سلام پیش کریں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو صلوات و سلام کی اور آپ کی سیرت و فضائل سُن کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس نورِ احد پر جو احمدؐ ہو کر محمدؐ ہوئے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس "محمود" پر جس کی حمد کا حامد خود خالق ہے، جو حمید و مجید ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس ذاتِ سلیم و اسلم پر جس پر خود سلام نے سلام بھیجا ۔

صلوٰۃ و سلام اُس "عزیز" پر جو عزیز کو عزیز ہے ایسی عزّت والے جن کا اعزاز سب سے مُعزّز ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس ذاتِ "کامل" و اکمل پر جن کے کمال سے اسلام کی تکمیل کا تکملہ ہو گیا ۔

صلوٰۃ و سلام اُس "نورِ" انور پر جن کے انوار سے نار بھی نور ہو کر مُنوّر ہو گئی جو نورٌ علیٰ نور ہیں ۔

صلوٰۃ و سلام اُس خُلق و اخلاق والے خلیقِ اعظم پر جن کو خالق نے اپنی مخلوق میں سب سے ممتاز خلق کیا ۔

صلوٰۃ و سلام اُس ذاتِ اکرم پر جن کو کریم نے اپنے کرم و

اکرام سے سب سے مُکرّم بنایا ۔

صلوٰۃ و سلام اُس بانیٔ اسلام پر جس نے مُسلّم طور پر معبود کو جانا اور سلامتی سے سلمان کر کے سچّا مُسلم بنا دیا ۔

صلوٰۃ و سلام اُن "کلیم" پر جن کے تکلّم کا ذکرِ خیر خود متکلّم نے اپنے کلامِ پاک میں کیا جو معراج میں ہمکلام ہوئے تھے ۔

صلوٰۃ و سلام اُن "مُبشّر" پر جنھوں نے "بشیر" کی بشارتوں سے سب کو بشارت دے کر آگاہ کر دیا ۔

صلوٰۃ و سلام اُن سراپا رحمت پر جن کو اَرحم الرّاحمین نے اپنی شانِ رحمانی اور رحیمی سے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا جو مراحمِ رحیمانہ سے پیکرِ ترحّم تھے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس "ناصرِ" انصر پر جو نصیر الملّت تھے جن کی نصرت سے انصار بھی منصور ہوئے ۔

صلوٰۃ و سلام اُن اُمّی لقب پر جن پر اُمّ الکتاب نازل ہوئی، جن کی ازواج "اُمّہات المومنین" تھیں ۔

صلوٰۃ و سلام اُن "طاہر" و اطہر پر جن کی طہارت کا ناقل و نقّال نقل کرنے سے مُطہّر ہو جاتا ہے جن کی تطہیر معراج کو پہنچی جن سے "طاہر و طیّب" پیدا ہوئے ۔

صلوٰۃ وسلام اُن "شہیر" پر جو مشہور دارین ہیں جن کی شہرت اظہر من الشمس ہے، جنھوں نے دین واسلام کو ایسا مشتہر کیا کہ پھر کوئی تشہیر نہ کر سکا۔

صلوٰۃ وسلام اُن حبیبؐ محبوب پر جنھوں نے مُحبّانِ صادق کو محبّت کے باعث ایسی حُب نوازی کہ حیات تو حیات وصال کے بعد بھی اپنے وصل سے واصل رکھا۔

صلوٰۃ وسلام اُس خاص الخاص ذاتِ خاص پر جن کی خصوصیت مخصوص رحم وکرم تھی جن کا خاصّہ خالص خلوص اور خاصیت اخلاص تھی مخلص وخلاصہ یہ کہ بے مثال مُخلص تھے۔

صلوٰۃ وسلام اس ذاتِ افضل پر جن کی افضلیت تمام فاضل الفضلا میں فضیلت رکھتی ہے، جو فضل فضّال کے فضلِ فضیل ہیں۔ اور فضائل میں سب سے مفضول ہیں۔

صلوٰۃ وسلام اُن "ناظرِ حقیقت" پر جو اللہ کے منظورِ نظر ہیں جن کی نظروں نے معراج میں مناظرِ قدرت کی سیر کی، جو نظائر میں اپنی نظیر آپ ہیں، جن کا ہر فعل اک منظر

ہر نظر معجزہ ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس ذاتِ اعظم پر جن کی عظمت عظام میں عظیم و معظّم ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُن علّامہ پر جو باوجود "اُمّی" ہونے کے ہر علم کے عالم تھے جن کا مُعلّم عالِمُ الغیب تھا جنھیں غیب کی بہت سی تعلیم اعلم و علیم سے معلوم ہوئیں ۔

صلوٰۃ و سلام اُس ذاتِ اقدس پر جو ایسے تقدّس و تقدیس سے مُقدّس ہوئے جن پر قدوسیان اور خود قدوس سلام بھیجتا ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُن "شاہد" و "مشہود" پر جنھوں نے "شہید" کی شہادت دی اور خود بھی مشہود تھے ۔

صلوٰۃ و سلام اُن شفیع پر جو محشر میں شافع ہوں گے جن کی شفاعت سے شفا ہوتی ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس "نورالھدیٰ" پر جو ہادیوں کے ہادی تھے جن کی ہدایت سے "ھدیٰ" ہوئے ۔

صلوٰۃ و سلام اُس ذات پر جن کے وصل سے واصل ہونے پر خدا سے وصال ہو جاتا ہے ۔

صلوٰۃ و سلام اُن فاتحِ اعظم پر جنھوں نے دُنیائے کفر کو فتح کرکے مفتوح بنا دیا۔

صلوٰۃ و سلام اُن برحق حق نما پر جنھوں نے حق کی حق نمائی کرکے حقیقت یہ ہے کہ حق ادا کر دیا۔ جنھوں نے حقانیت سے حقائق کی تحقیق کی جو کما حقہ محقق ہیں۔

صلوٰۃ و سلام اُس معشوق پر جن کا عاشق خدا ہے اور معشوق خود عاشق کا عاشق ہے، جن کا عشق و تعشّق تمام عشاق میں سب سے بلند و بالا ہے۔

صلوٰۃ و سلام اُس "امینِ برحق" پر جنھوں نے اللہ کی امانت اَمانتداری سے اَمینوں کو پہنچا دی۔

صلوٰۃ و سلام اُس "ذاتِ متین" پر جن کی متانت دیکھنے والے مَتین ہو گئے۔

صلوٰۃ و سلام اُن مہاجر پر جنھوں نے اللہ کے گھر سے ہجرت کرکے مسکن کو رشکِ وطن بنا کر پھر اللہ کی طرف ہجرت کر لی، جن کی ہجر و مہجوری میں مہاجرین کو مہاجر بننے کا جذبہ ہوا۔

صلوٰۃ و سلام اُن مدبّر و یکتا پر جن کا تدبّر و تدبیر حکمِ خدا ہے۔

صلوٰۃ وسلام اُن سخیٔ اعظم پر جو بحرِ سخا ہیں جن کی سخاوت
سے دوسرے سخی بن گئے۔
صلوٰۃ وسلام اُن محبوبِؐ کبریا پر جن پر اَبر نے سایہ کیا تھا۔
صلوٰۃ وسلام اُن فیاضِ اکبر پر جن کے فیوض وفیض سے
چشمۂ فیض جاری ہیں جس سے سب مستفیض ہوتے ہیں۔
صلوٰۃ وسلام اُن عادل پر جن کی عدالتِ عدل سے کوئی
معدول عدول حکمی نہ کرسکا۔
صلوٰۃ وسلام اُن خاتم النبیین پر جو ختم رُسل ہیں، مختوم ہیں،
جنھوں نے مختتم طور پر خدمتِ دین کا اختتام کیا۔
صلوٰۃ وسلام اُس محبوب پر جس نے بارہ۱۲ مہینے کے روزے
ایک مہینے کے اور پچاس۵۰ وقت کی نماز پانچ وقت کی کرادی۔
صلوٰۃ وسلام طٰہٰ، یٰسین، مُزّمّل، مُدّثّر کے مخاطب پر۔
صلوٰۃ وسلام اُن عابدِ اعظم پر جنھوں نے غارِ حرا میں
چالیس۴۰ سال یادِ خدا کی۔
صلوٰۃ وسلام اُس نبیِ برحق پر جو ایسے انسانِ کامل تھے
جنھوں نے انسانیت کا سبق پڑھا کر انسان کو انسان
بنا دیا۔

صلوٰۃ وسلام اُن پر جنھوں نے انگشتِ مُبارک کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔

صلوٰۃ وسلام محبوبِ کبریا پر جن کا صدرِ مُبارک نور سے معمور اور پُرنور کیا گیا جو نور ہی نور ہیں۔

صلوٰۃ وسلام اُن رسولِ برحق پر جن کی رسالت کی شہادت حجر و شجر نے دی۔

صلوٰۃ وسلام اُس محبوبِ کبریا پر جنھوں نے معصوم بچّیوں کو زندہ درگور ہونے سے ہمیشہ کے لئے بچا لیا۔

صلوٰۃ وسلام اُن پر جن کی جُدائی میں ستونِ حنانہ نے گریہ وزاری کی۔

صلوٰۃ وسلام اُن غازی اعظمؐ پر جن کا دندانِ مُبارک جنگِ اُحد میں شہید ہوا۔

صلوٰۃ وسلام اُن حامی اُمّت پر جنھوں نے عالمِ ہستی میں آتے ہی اُمّتی اُمّتی فرمایا۔

صلوٰۃ وسلام اُن عبد پر جن کو معبود نے اپنے بندوں میں افضل العباد بنایا۔

صلوٰۃ وسلام سبز گُنبد کے مکین پر جن کے گنبد کی سبزی

سبز پرچم دکھا کر اُمتی کو آنے کی اجازت دیتی ہے۔

صلوٰۃ و سلام اشفاق والے مُشفق رسُولؐ پر جو والدین کی شفقت سے خود محروم تھے لیکن اُمّت کو والدین سے کہیں زیادہ شفیق رکھا جو آسمانِ سرپرستی پر شفق کی طرح پھولے۔

یا ارحم الرّاحمین اپنی شان رحیمی و رحمانی سے ازراہِ ترحّم اپنی رحمت سے اپنے مراحیم رحیمانہ سے بطفیلِ رحمۃ للعالمین کُل مُسلمانوں پر رحم فرما۔ تمام مسلمانوں کو اسلام پر زندہ رکھ اور سچا مُسلمان بنا کر ایمان پر خاتمہ بخیر کر دے۔

قارئین اور سامعین کو اس ذکرِ خیر کے مُصنّف اور مُشتہر کو اپنے کریمانہ کرم و اکرام سے بطفیل رسول اکرم دارین کی سُرخروئی سے نواز دے۔ اور اعمالِ صالحہ کے عمل کی توفیق عطا فرما کر مغفرت فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَالْاَسَاتِذِىْ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثنا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ملنے کا پتہ:-

سید اشفاق حسین رضوی

کوچہ میر انیس

لکھنؤ